not scanned by jawadi
only pdf by jawadi
attari511@hotmail.com
+971-50-2737867

عمیرہ احمد

# کس جہاں کا زر لیا

آپ نے کبھی سوچا ہے دنیا میں کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں، جنھیں ہم روپے سے خرید نہیں سکتے۔ جنھیں دعائیں بھی ہمارے پاس نہیں لاسکتیں اور آپ نے کبھی یہ سوچا ہے کہ بعض دفعہ وہ چیزیں ہی ہماری پوری دنیا ہوتی ہیں۔ دل کی دنیا تو کیا زمین پر انسان دل کی دنیا کے بغیر رہ سکتا ہے۔ آپ کو پتہ ہے میں پچھلے تیس سال سے اس دنیا میں رہ کر دل کی دنیا کے بغیر اس سوال کا جواب ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ آپ مجھے نہیں جانتے۔ بعض دفعہ تعارف کی ضرورت بھی تو نہیں ہوتی۔ بعض دفعہ شاید کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، بس دل چاہتا ہے دنیا میں ''غارِ حرا'' جیسی خاموشی ہو اور ہم اپنے ''اندر'' کو باہر لے آئیں۔

میں جانتا ہوں آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ میری زندگی میں کوئی کمی ہے، کوئی چیز ہے جو میرے پاس نہیں ہے۔ میری کوئی تمنا ہے جو پوری نہیں ہوئی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ سوچ رہے ہوں کہ میں محبت میں ناکامی کا شکار ہوا ہوں۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ میرے پاس سب کچھ ہے، ہر وہ چیز جس کی آپ تمنا کر سکتے ہیں۔ جسمانی خوبصورتی، ایک عدد ڈگری، آٹھ دس بڑی بڑی فیکٹریز، ہر ملکی اور غیر ملکی بنک میں لمبا چوڑا بنک بیلنس، تین جوان، خوبصورت، تعلیم یافتہ اور فرمانبردار بیٹے اور چار پانچ شاندار گھر، محبت میں بھی کسی ناکامی سے دوچار نہیں ہوا۔

میں نے جس سے محبت کی اسی سے شادی کی۔ شادی کے تیس سال بعد بھی میری بیوی مجھ سے اسی طرح محبت کرتی ہے جس طرح پہلے کرتی تھی۔ آج بھی میری ہر بات اس کے لیے فرمان کا درجہ رکھتی ہے۔ آج بھی اسے میرے علاوہ کوئی اور نظر نہیں آتا پھر بھی پتا نہیں میں خوش کیوں نہیں ہوں۔ عجیب بات ہے نا مگر میرے ساتھ ایسا ہی ہے۔ اب شاید آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ میں کسی بیماری کا شکار ہوں یا پھر یہ سب کسی ڈپریشن کے زیر اثر لکھ رہا ہوں۔ آپ اب بھی غلطی پر ہیں، میں جسمانی اور ذہنی دونوں طرح سے تندرست ہوں۔ کم از کم ہر ماہ ملک کے سب سے بہترین ہاسپٹل میں ہونے والا میرا چیک اپ تو یہی بتاتا ہے۔ میں ہفتے میں تین بار گالف کھیلتا ہوں۔ دو بار سوئمنگ کے لیے جاتا ہوں۔ شام کو گھر کے قریبی پارک میں ایک گھنٹہ کی واک بھی ضرور کرتا ہوں۔ کسی بھی شخص کو ذہنی اور جسمانی طور پر تندرست رکھنے کے لیے کیا اتنا کافی نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہے اب آپ مجھے قنوطی یا تاریک الدنیا قسم کا شخص سمجھ رہے ہوں گے۔ کوئی Introvert ٹائپ۔ ایسا بھی نہیں۔ میری ہر شام کسی نہ کسی فنکشن میں ہی گزرتی ہے۔ کبھی وہ گھر پر ہوتا ہے، کبھی کلب میں اور کبھی اپنی کمیونٹی کے کسی دوسرے شخص کے ہاں۔ میں اس لحاظ سے بھی بہت سوشل ہوں۔ ایک اچھی اور پُرسکون زندگی گزارنے کے لیے جتنے لوازمات کی ضرورت ہوتی ہے وہ میرے پاس ہیں پھر بھی پتا نہیں میں خوش کیوں نہیں ہوں۔ ایک منٹ اب میں آپ سے کچھ غلط بیانی کر رہا ہوں۔ مجھے پتا ہے میں خوش کیوں نہیں ہوں مگر تیس سال بعد کسی کو اپنی ناخوشی کی وجہ بتانا کچھ عجیب نہیں ہے کم از کم مجھے تو بہت عجیب لگ رہا ہے۔ کیا آپ کو یقین آئے گا کہ پچھلے تیس سال میں ہر روز چند گھنٹے ایسے ہوتے ہیں جب مجھے اپنا وجود کسی ٹھنڈی قبر میں اترا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ جیتے جی قبر میں اترنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا اور پھر ہر روز۔ مگر بہت سی چیزیں آپ کے اختیار میں نہیں ہوتیں، آپ چاہیں بھی تو۔

خیر چھوڑیں اس تذکرے کو۔ میں دوبارہ قبر میں اترنا نہیں چاہتا۔

میں جانتا ہوں اس وقت آپ میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو مجھے ناشکرا سمجھ رہے ہوں گے۔ ہوسکتا ہے آپ کی تشخیص ٹھیک ہو شاید مجھے یہی بیماری لاحق ہے اور یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ آپ میں سے کچھ لوگ یہ سمجھ رہے ہیں تو ٹھیک سمجھ رہے ہیں، مگر میں ابھی تک یہ طے نہیں کر پایا کہ کیا میں واقعی کسی پچھتاوے کا شکار ہوں۔ نہیں، نہیں آپ غلطی پر ہیں اگر آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ میں کوئی متقی آدمی ہوں جس کی زندگی میں کوئی غلط کام ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی پچھتاوا۔ میرے شش و پنج کی وجہ یہ نہیں ہے۔ میں تو صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ پچھتاوا تو باضمیر

لوگوں کو ہوتا ہے۔ کیا میں اتنا باضمیر ہوں کہ مجھے پچھتاوا ہونے لگا ہے۔ اور کیا پچھتاوا کسی چیز کی تلافی کر سکتا ہے۔ آپ تلافی کے لفظ کو ایک بار پھر پڑھیے میں ''تلافی'' کی بات کر رہا ہوں۔ ''تلافی'' کی۔

میرا دل چاہتا ہے میں ایک بار ملیحہ سے یہ سوال پوچھوں۔ کیا کوئی چیز اس کے نقصان کی تلافی کر سکتی ہے؟

کیا کوئی چیز اس کے زیاں کا مداوا کر سکتی ہے؟

کیا کوئی چیز اس کے زخموں کے لیے مرہم بن سکتی ہے؟

کیا میرا کوئی عمل ببول کے ان کانٹوں سے اس کے وجود کو نجات دلا سکتا ہے جو میری وجہ سے اسے گرفت میں لیے ہوئے ہیں؟

میں جانتا ہوں آپ سوچ رہے ہوں گے کہ میں اگر ملیحہ سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں تو کرتا کیوں نہیں۔ مجھے کس چیز نے روک رکھا ہے؟

سوال کرنے کے لیے اس شخص کا سامنے ہونا ضروری ہوتا ہے۔ میں جانتا ہوں آپ کے دل میں خیال آیا ہوگا کہ سامنے ہوئے بغیر بھی کسی دوسرے شخص کے ذریعے یہ سوال پوچھا جا سکتا ہے، مگر پھر یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس دوسرے شخص کو اس بندے کا پتا ہو جس سے آپ سوال کر رہے ہیں۔ اب آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ رابطے کی ایک صورت تحریری بھی تو ہوتی ہے۔ میں خط کے ذریعے بھی تو سوال کر سکتا ہوں۔ آپ ٹھیک سوچ رہے ہیں مگر خط لکھنے کے لیے بھی تو اس شخص کا پتا چاہیے ہوتا ہے اور میرے پاس ملیحہ سے رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا وہ کہاں ہے، کس حال میں ہے، زندہ بھی ہے یا...... میں ہمیشہ اس لفظ کی جگہ خالی رکھتا ہوں۔ اس طرح مجھے چند لمبے سانس لینے میں آسانی رہتی ہے۔

میں جانتا ہوں اب آپ یہ جاننے کے لیے بے تاب ہو رہے ہیں کہ ملیحہ کون ہے؟ میرا اس کے ساتھ کیا رشتہ ہے؟ مجھ سے کون سی غلطی ہوئی ہے؟ مجھے کس بات کا پچھتاوا ہے؟ میں اس کے اتے پتے سے لاعلم کیوں ہوں؟

میرے پاس ان میں سے کسی سوال کا بھی جواب نہیں ہے۔ وہ کون تھی؟ میرا اس کے ساتھ کیا رشتہ تھا؟ مجھ سے کیا غلطی ہوئی تھی؟ مجھے کس بات کا پچھتاوا ہے؟ میں پچھلے تیس سال سے ان ہی سوالوں کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اور تیس سال گزرنے کے باوجود میرے پاس ایک بھی سوال کا جواب نہیں ہے۔

☆......☆......☆

بعض لوگ دوسروں کی زندگی میں غلط مواقع پر آتے ہیں۔ جیسے ملیحہ میری زندگی میں غلط موقع پر آئی تھی۔ بعض لوگ ساری عمر صحیح چیزیں چنتے چنتے بس ایک بار غلط چیز کا انتخاب کرتے ہیں اور یہ غلطی ان کی باقی ساری زندگی کا روگ بن جاتی ہے جیسے ملیحہ نے کبھی میرا انتخاب کیا تھا۔ لوگ اکثر کہتے ہیں خود غرض لوگوں کی خود غرضی ان کے چہرے پر عیاں رہتی ہے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے۔ ملیحہ کو تیس سال پہلے میرے چہرے پر یہ خود غرضی نظر کیوں نہیں آئی۔ میرا انتخاب کرنے سے پہلے اسے میرا چہرہ پڑھنا چاہیے تھا۔ غور کرنا چاہیے تھا کہ وہ اپنی زندگی کے لیے کس چیز کا انتخاب کر رہی ہے۔ پتا نہیں اس نے ایسا کیوں نہیں کیا اور مجھے تیس سال سے یہی چیز پریشان کر رہی ہے کہ آخر اس نے ایسا کیوں کیا۔

میں جانتا ہوں اب تک آپ کے ذہنوں کے اندر سوالوں کا جوار بھاٹا اٹھ رہا ہوگا۔ آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گا، کم از کم وہ سب کچھ جس کا تعلق میری ذات سے ہے۔

☆ ...... ✪ ...... ☆

میں نے اپنا بچپن بہت غربت میں گزارا تھا۔ دو بہنوں اور دو بھائیوں میں سب سے بڑا تھا۔ میرے والد ایک فیکٹری میں سپروائزر تھے۔ انھوں نے ہمیشہ حلال کی کھانے اور کھلانے کی کوشش کی۔ نتیجہ وہی ہوا جو ایسی صورت میں ہوتا ہے۔ ہم سب بہن بھائیوں کی فرسٹریشن میں بہت اضافہ ہو گیا۔ ہمارے گھر کی اندرونی اور بیرونی حالت ہر ایک سے چلا چلا کر کہتی تھی کہ ذرہ رزق حلال کا نتیجہ ہے اور یہ حالت بہت سے لوگوں کو بہت کچھ کہنے پر مجبور کر دیتی۔ گھر میں سب سے بڑا میں تھا اس لیے مجھ پر ذمہ داریاں بھی سب سے زیادہ تھیں۔

بچپن سے ہی مجھے بہت سے ایسے چھوٹے موٹے کام کرنے پڑے، جس سے گھر کے اخراجات پورے کرنے میں مدد ملتی۔ چوڑیوں اور مہندی کے سٹالز لگانے سے لے کر ٹیوشنز پڑھانے تک، یونیورسٹی پہنچنے تک میں نے ہر کام کیا۔ محنت کی عظمت کا تو خیر کیا اندازہ ہوتا، مجھے دولت کی عظمت کا اندازہ بخوبی ہو گیا۔ میں اکنامکس کا سٹوڈنٹ تھا۔ مجھ سے زیادہ اچھی طرح سے معاشیات کے اصولوں سے کون واقف ہو سکتا تھا۔

میں ان دنوں ہر Calculation اپنے لیے کیا کرتا تھا۔ کون سی چیز میرے لیے فائدہ مند ہو سکتی ہے، کون سی نقصان دہ۔ کون سی چیز اچھی ہوگی، کون سی بری۔ کون سی چیز ضروری ہے، کون سی ثانوی۔ میں ان دنوں زندگی کے لیے اپنے فارمولے نکالنے میں مصروف تھا۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ میں مکمل طور پر مادہ پرست ہو چکا تھا۔ نہیں، میرا خیال ہے مکمل طور پر

نہیں لیکن بڑی حد تک۔ اصل میں یونیورسٹی پہنچتے پہنچتے میں اگر اپنے لیے زندگی کا لائحہ عمل طے کر چکا تھا تو دوسری طرف شہلا کی محبت میں بھی بری طرح گرفتار ہو چکا تھا اور جو لوگ اس مادہ پرست دنیا میں بھی محبت کرتے ہیں۔ وہ مکمل طور پر تو کبھی بھی میٹریلزم کا شکار نہیں ہو سکتے۔ میں جانتا ہوں آپ کو میرے لفظوں پر اعتبار نہیں آ رہا ہوگا لیکن یہ سچ ہے۔ میں نے زندگی میں شہلا سے بڑھ کر کسی کو نہیں چاہا حتیٰ کہ دولت کو بھی نہیں۔ عجیب بات ہے نا پہلے لوگ محبت میں تقابل کرنے کے لیے کہا کرتے تھے کہ میں نے اپنی ماں سے بڑھ کر کسی کو نہیں چاہا یا گھر والوں سے بڑھ کر یا اولاد سے بڑھ کر اور میں کہہ رہا ہوں کہ میں نے شہلا کو دولت سے بھی بڑھ کر چاہا ہے، کیونکہ اس وقت میرے پاس دولت نہیں تھی اور نہ ہی دور دور تک اس کے حاصل ہونے کا امکان تھا پھر یک دم ہی دولت بھی نظر آنے لگی اور اسے حاصل ہونے کا امکان بھی۔

عجیب بات ہے میں نے آپ کو شہلا کے بارے میں تو بتا دیا لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ کون ہے؟ محبت کے علاوہ میرا اس سے کیا رشتہ ہے؟ اور ہم دونوں کو آپس میں محبت ہوئی کیسے؟

شہلا میری خالہ کی بیٹی تھی۔ اس کا گھر ہمارے گھر سے چند قدموں کے فاصلے پر تھا بچپن سے ہی ہم دونوں گھروں کا آپس میں بہت میل ملاپ تھا بلکہ شاید حد سے زیادہ۔ وجہ رشتہ داری سے زیادہ غربت تھی۔ ظاہر ہے جب گھر میں چیزیں کم ہوں تو ان کے حصول کے لیے کہیں نہ کہیں تو جانا ہی پڑتا ہے۔ میری طرح وہ بھی تین بہنوں اور دو بھائیوں میں سب سے بڑی تھی۔ بچپن میں ہی اس کے ساتھ میری نسبت ٹھہرا دی گئی تھی۔ مجھے بچپن سے جوانی تک اس پر کوئی اعتراض اس لیے نہ ہوا کیونکہ وہ بے حد خوبصورت تھی کم از کم یہ وہ چیز تھی جس کے معاملے میں ہم دونوں گھرانوں کو کوئی غریب نہیں کہہ سکتا تھا۔ شکل وصورت کے اعتبار سے ہم سارے بہن بھائی بھی شہلا اور اس کے بہن بھائیوں کی طرح لاکھوں میں نہیں تو ہزاروں میں ایک تھے۔ مگر بہر حال شہلا کی بات کچھ اور ہی تھی۔ اسے جیسے خدا نے خاص طور پر اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا۔

اب میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں اس کی خوبصورتی کو کیسے تحریر کروں کیونکہ لفظ کبھی بھی اس حسن کو بیان نہیں کر پائیں گے۔ جو بھی شہلا کی ملکیت تھا بس آپ سمجھ لیں کہ میں ہمیشہ آگے بڑھنے کے تمام منصوبے اسے ساتھ رکھتے ہوئے بناتا تھا۔ میرا میٹریلزم کبھی بھی اس کے اور میرے درمیان دیوار نہیں بنا تھا۔ عجیب بات ہے نا مگر بہر حال یہ سچ ہے ہم دونوں اکثر اپنے منصوبے ڈسکس کیا کرتے تھے۔ شادی کے بعد کے خیالی پلاؤ پکایا کرتے تھے، وہ اپنی خواہشات بتایا کرتی تھی۔ میں اپنے خواب سنایا کرتا تھا، دونوں کی منزل ایک جیسے راستوں سے گزر کر آیا کرتی تھی۔ کہیں پر کوئی Clash نہیں تھا دونوں کے خواب دولت سے گندھے

مہکے اور بنے ہوئے تھے۔ اس لیے ہمیں ایک دوسرے کی باتوں سے کبھی کوفت اور بیزاری نہیں ہوتی تھی۔

شہلا کہتی تھی اور اب بھی یہی کہتی ہے کہ اسے مجھ سے عشق تھا اور ہے۔ میرے بغیر وہ ایک دیمک زدہ لکڑی سے زیادہ کچھ نہیں تھی۔ جسے پانی کسی کا سہارا بننے دیتا ہے نہ اپنا، میرے لیے وہ میری زندگی تھی جس کے بغیر میں خواب دیکھ سکتا تھا نہ خواہش کرنے کے قابل تھا۔ ہم دونوں جب اکٹھے ہوتے تو کبھی بھی "ہم" کے علاوہ ایک دوسرے کے لیے کوئی دوسرا صیغہ استعمال نہیں کرتے تھے۔ بعض دفعہ ایسا شعوری طور پر ہوتا لیکن زیادہ تر غیر شعوری طور پر۔

میں جانتا ہوں اب آپ میری ان سب باتوں سے اکتا گئے ہوں گے۔ آپ سوچ رہے ہوں گے یہ کیا الف لیلیٰ سنانی شروع کر دی ہے محبت کے بارے میں۔ اصل میں بات یہ ہے کہ ہم صرف اپنی محبت کے بارے میں بات کرنا، پڑھنا اور سننا چاہتے ہیں کسی دوسرے کی محبت کے بارے میں نہیں۔ ہو سکتا ہے اس وقت آپ بھی اسی کیفیت کا شکار ہو رہے ہوں، بہر حال ٹھیک ہے میں شہلا کا ذکر چھوڑ دیتا ہوں، میں آپ کو بتا رہا تھا کہ اچانک مجھے دولت نظر آنی شروع ہو گئی تھی اور اس کے ملنے کے امکان بھی اور یہ سب کیسے ہوا تھا۔ ملیحہ علی کی وجہ سے۔

یونیورسٹی میں میرے ساتھ پڑھنے والی بہت سی لڑکیوں میں سے ایک وہ بھی تھی۔ ایک بہت ہی امیر کبیر گھرانے کی واحد چشم و چراغ اس کی ماں کسی زمانے میں مشہور ماڈل رہی تھی۔ مگر علی احمد سے شادی کے بعد اس نے ماڈلنگ چھوڑ دی۔ شادی کے پانچ سال بعد ایک حادثے میں ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ ملیحہ اس وقت صرف دو سال کی تھی۔ علی احمد نے اس کی خاطر دوسری شادی نہیں کی۔ انھوں نے اسے اکیلے ہی پالا تھا۔ وہ گریجویشن کر رہی تھی جب ان کا بھی اچانک انتقال ہو گیا تھا، اس کے کوئی قریبی عزیز نہیں تھے جو بھی عزیز تھے وہ دور کے تھے۔ علی احمد یہ عقلمندی کر گئے تھے کہ اپنی زندگی میں ہی اپنے لیگل ایڈوائزر کو اس کا گارجین بنا گئے تھے۔ وہ علی احمد کے انتقال کے بعد ان ہی کے گھر چلی گئی تھی۔ جب تک اس کی شادی نہ ہو جاتی اسے ان ہی کے ساتھ رہنا تھا۔

وہ ان لڑکیوں میں سے تھی جنھیں ہر لحاظ سے پسند کیا جاتا ہے، جن کے بارے میں ہر ایک کی رائے بہت اچھی ہوتی ہے۔ اس میں اگر کچھ ہاتھ اس کی دولت اور خوبصورتی کا تھا تو باقی ہاتھ اس کی ذہانت اور مینرز کا بھی تھا۔ وہ ہر لحاظ سے بہت نمایاں تھی اسے بات کرنا بھی آتا تھا اور بات منوانا بھی۔ اس کے ہر انداز سے اظہار ہوتا تھا کہ اسے بہت چاہا گیا ہے، اس کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے الگ گروپ میں رہتی تھی۔ اس کے خاص دوست تھے

جن کی تعداد ہمیشہ محدود ہی رہتی تھی۔ کلاس کے دوسرے لوگوں کی طرح مجھے بھی اس کی بہت سی باتوں نے متاثر کیا تھا۔ مگر بس صرف متاثر ہی کیا تھا میں اس کا گرویدہ ہوا تھا نہ اس پر شیدا ہوا تھا، ان دنوں میری آنکھوں میں شہلا نام کا بت نصب تھا۔ اس کے ہوتے ہوئے مجھے دوسرا کوئی نظر کہاں آ سکتا تھا۔ ہاں اگر شہلا سے محبت نہ ہو چکی ہوتی تو پھر یقیناً میں بھی کلاس کے بہت سے دوسرے لڑکوں کی طرح ملیحہ کی محبت میں گرفتار ہو جاتا یک طرفہ محبت، کیونکہ وہ کبھی کسی کو گھاس نہیں ڈالتی تھی۔

اپنی مڈل کلاس کے دوسرے لوگوں کی طرح مجھے بھی اس زمانے میں بڑے کمپلیکسز تھے اور انہی کمپلیکسز نے مجھے اس سے دور رہنے پر مجبور کیا تھا۔ اس سے کیا بلکہ کلاس اور یونیورسٹی کی ہر لڑکی سے۔ اس زمانے میں مجھے شہلا اور دولت کے علاوہ کسی اور چیز میں دلچسپی نہیں تھی۔ میں دلچسپی لینے کی کوشش بھی کرتا تو بھی میرے لیے ممکن نہیں تھا کہ کسی لڑکی کی طرف پیش قدمی کر پاتا رومانس کرنے کے لیے وقت اور روپے کی ضرورت ہوتی ہے، میرے پاس ان دونوں ہی چیزوں کی کمی تھی اور لڑکیوں کو مائل کرنے کے لیے یہی ہتھیار ہوتے ہیں بہر حال......

مجھے نہیں پتا ملیحہ علی نے کب مجھ میں دلچسپی لینی شروع کی تھی۔ شروع میں مجھے اس کا بالکل اندازہ نہیں ہوا۔ بعد میں یک دم یہ علم ہونے پر میں بہت محتاط ہو گیا کہ وہ میرے دوستوں سے میرے بارے میں معلومات لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں اپنی ذات میں اس کی دلچسپی کا مقصد جاننے میں ناکام رہا تھا۔ مگر ہر گزرتے دن کے ساتھ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں نمودار ہونے والی چمک میں اضافہ ہوتا گیا، اس کے ہونٹوں پر نمودار ہونے والی مسکراہٹ بڑھتی گئی۔ وہ چھوٹی چھوٹی بات پر مجھ سے بات کرنے کے بہانے ڈھونڈتی تھی۔ دوست جہاں میری قسمت پر رشک کر رہے تھے وہاں مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ مجھ سے وقت گزاری کے طور پر فلرٹ کر رہی ہے۔ اس کی کلاس کی لڑکیوں کی بہت سی دلچسپیوں میں یہ تفریح بھی شامل ہوتی ہے۔ میں نے اس سے پہلو بچانے کی بے تحاشا کوشش کی، اسے نظر انداز کرنے کے لیے بھی بہت سے جتن کرتا رہا۔ مگر یہ سب بہت دیر تک ممکن نہیں رہا آہستہ آہستہ میں نے سرینڈر کرتے ہوئے اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا دیا۔

میں مانتا ہوں اس دوستی میں اس کی خوبصورتی اور اچھے رویے سے زیادہ اس کی دولت نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ کون تھا جو ایک امیر و کبیر لڑکی کی قربت نہیں چاہتا، جو نہیں چاہتا وہ صرف احمق ہی ہو سکتا ہے اور میں بہر حال احمق نہیں تھا۔ اس کی دوستی نے میرے بہت سے مسائل حل کرنے شروع کر دیے تھے۔ جیسے ٹرانسپورٹ کا مسئلہ، اس کا ڈرائیور مجھے گھر سے کچھ

فاصلے پر اسٹاپ سے پک کیا کرتا تھا اور پھر وہیں چھوڑ جاتا تھا۔ وہ مجھے بے تحاشا تحفے دیا کرتی تھی اور یہ ایسے تحائف تھے جن کا میں نے بس خوابوں میں ہی تصور کیا تھا۔ اس کے ساتھ دوستی کے صرف چھ ماہ بعد میرے صندوق میں رکھے ہوئے تمام ملبوسات میں سے کوئی بھی میرا ذاتی خریدا ہوا نہیں تھا۔ یہی حال جوتوں کی اس لمبی قطار کا تھا جو میری چارپائی کے نیچے دھرے تھے، میرے گھر میں پرفیومز گھڑیوں گلاسز ٹائی پنز اور کف لنکس جیسی چیزوں کا بھی ایک انبار لگ گیا تھا۔ میں جانتا ہوں اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اس کے بدلے میں نے اسے کیا دیا آخر تحائف کے بدلے میں کچھ نہ کچھ تو دیا ہی جاتا ہے۔ میں نے بھی بہت دفعہ اسے چھوٹے موٹے تحائف دینے کی کوشش کی مگر ہر بار اس نے انکار کر دیا۔ وہ ہر بار ایک ہی جملہ کہتی۔

"تم سے تحفہ نہیں کچھ اور لینا ہے مگر ابھی نہیں کچھ عرصہ کے بعد۔"

میں ہر بار اس کے جملہ پر غور ہی کرتا رہ جاتا مگر کبھی بھی اس کے اصلی مفہوم کو نہ جان پایا۔ شہلا کو میں نے اس دوستی سے بے خبر رکھا تھا اپنے گھر والوں کی طرح جنھیں میں یہی کہا کرتا تھا کہ یہ سب تحائف مجھے میرے دوست دیتے ہیں۔

شروع کے چند بار کے سوا مجھے پھر کبھی لمبی چوڑی وضاحتوں کی ضرورت نہیں پڑی۔ شہلا کو میں نے اس لیے ملیحہ کے بارے میں نہیں بتایا تھا کہ وہ خوامخواہ حسد کا شکار ہوگی، جبکہ میرے دل میں ملیحہ کے لیے کوئی خاص قسم کے جذبات نہ تھے۔ میں جانتا ہوں یہ جان کر آپ مجھے بہت کمینہ اور گھٹیا سمجھیں گے کہ ملیحہ سے میری دوستی صرف تحائف بٹورنے کے لیے تھی۔ آسائشیں کس کو اچھی نہیں لگتیں خاص طور پر اگر وہ پہلے کبھی نہ ملی ہوں تو پھر اگر میں ان ترغیبات کا شکار ہو گیا تو اس میں میرا کیا قصور تھا۔ بہرحال میں نے بہت دیر تک ملیحہ کے وجود سے گھر والوں اور شہلا کو بے خبر رکھا اور شائد ہمیشہ ہی رکھتا اگر ملیحہ نے اس دن وہ سب نہ کہا ہوتا۔

اس دن یونیورسٹی سے واپسی پر وہ گاڑی خود ڈرائیو کرتے ہوئے مجھے راوی کے کنارے لے آئی تھی۔ بہت دیر تک ہم دونوں باتیں کرتے رہے موسم کی، یونیورسٹی کی، کلاس فیلوز کی، اسٹڈیز کی، گھر والوں کی، وہ بہت عجیب سے موڈ میں تھی۔ پتا نہیں اس دن اسے اپنے ماں باپ کی اتنی بہت سی باتیں کیوں یاد آ رہی تھیں۔ ماں کے بارے میں اس نے سب کچھ باپ سے سنا تھا مگر وہ اس کے بارے میں یوں بات کرتی جیسے یہ سب کچھ اس کے سامنے ہوا تھا میں خاموشی اور کسی قدر اکتاہٹ کے عالم میں اس کی باتیں سن رہا تھا جب اس نے اچانک کہا تھا۔

"پتا ہے فاروق مجھے ہمیشہ یہ لگتا تھا کہ مجھے کبھی کسی سے محبت نہیں ہوگی میں چاہوں تو بھی نہیں مگر پھر بس میں نے تمھیں دیکھ لیا۔"

وہ چپ ہوگئی میں ہکا بکا تھا، اس نے پہلی بار مجھ سے محبت کا اظہار کیا تھا۔ اور وہ بھی یوں کھلم کھلا میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کیا کروں کیا کہوں، اس نے ایک نظر میرے چہرے پر دوڑائی اور پھر ایک مسکراہٹ اس کے چہرے پر نمودار ہوئی تھی۔

''میں جانتی تھی تم یہ بات سن کر بہت حیران ہو گے مگر یہ سچ ہے مجھے تم سے واقعی محبت ہے۔ کیا تم یقین کرو گے کہ میں سارا دن گھر جانے کے بعد اس انتظار میں گزارتی ہوں کہ کب اگلی صبح آئے اور کب میں یونیورسٹی میں تم سے ملوں، میں یونیورسٹی صرف تمھارے لیے آتی ہوں۔ جس دن تم وہاں آنا چھوڑ دو گے وہ میرا بھی یونیورسٹی میں آخری دن ہوگا۔''

میرے حواس تب تک بالکل معطل ہو چکے تھے میں جیسے سکتے کے عالم میں تھا اور وہ بولتی جارہی تھی۔ پھر اس نے مجھ سے کہا۔

''فاروق احمد میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں، میں اپنی ساری زندگی تمھارے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں، صرف تمھارے ساتھ۔ کیا تم مجھ سے شادی کرو گے؟''

اس نے پہلی بار بات کرتے ہوئے بڑی لجاجت سے میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں اسے کیا جواب دوں، اس وقت میرے سامنے صرف ایک ہی چہرہ تھا شہلا کا چہرہ اور وہ چہرہ میری ساری زندگی تھا۔

''ملیحہ! ابھی میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا، میں نے اس بارے میں کچھ سوچا ہی نہیں مجھ پر بہت سی ذمہ داریاں ہیں، میری شادی کا تو ابھی دور دور تک کوئی امکان نہیں۔''

میں نہیں جانتا اسے صاف صاف انکار کرنے کے بجائے میں نے اسے یہ سب کیوں کہا، میرے ہاتھ پر اس کے ہاتھ کی گرفت اور سخت ہوگئی تھی۔

''میں جانتی ہوں تم پر ذمہ داریاں ہیں مگر میرے پاس بہت کچھ ہے اور وہ سب کچھ تمہارا ہے، تم جس طرح چاہو اسے استعمال کرنا، مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔ مجھے تو صرف تمہاری ضرورت ہے۔ تمہارا ساتھ چاہیے۔'' میں کچھ بول نہیں سکا، جانتا تھا اس کے پاس کیا کیا ہے اور مجھے اس ''کیا کیا'' کی بہت ضرورت تھی۔ ایک گہرا سانس لے کر میں نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس کا ہاتھ ابھی بھی میرے ہاتھ پر تھا اور مجھے وہ ہاتھ سونے کا محسوس ہو رہا تھا۔

میں نے اسے آس دلائی تھی نہ مایوس کیا تھا بس پھندا گلے میں ڈال کر اسٹول پر کھڑا کر دیا تھا۔

''فاروق! تمھیں یا تمھارے والدین کو مجھ سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ میں ان سب کو اپنا سمجھوں گی۔ ان سے بہت محبت کروں گی، تمھیں یا انھیں اپنے انتخاب پر کبھی پچھتانا

نہیں پڑے گا۔''

میں نے اسے پہلی بار ایک ہلکی سی مسکراہٹ سے نوازا تھا۔

''میں جانتا ہوں دیکھوں گا کیا ہو سکتا ہے۔''

میں نے زندگی میں آج تک کسی کو اتنا خوش نہیں دیکھا، جتنا اس ایک جملے پر ملیحہ کو دیکھا تھا۔ہم وہاں سے واپس آ گئے۔

اس رات میں سویا نہیں۔ دولت آ کر میرے کمرے کی دہلیز پر رک گئی تھی۔ مجھے اسے صرف اندر لے کر آنا تھا۔اور اگر کوئی یہ سب کرنے سے روک رہا تھا تو وہ شہلا کا وجود تھا۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا، واقعی اس کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا مگر مجھے دولت کی بھی ضرورت تھی میں جیسے ایک دوراہے پر آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

ملیحہ کے باپ کی ایک ٹیکسٹائل مل تھی۔ اس سے شادی کی صورت میں میں اس مل کا مالک ہوتا اور میرے ہاتھ جیسے الہ دین کا چراغ آ جاتا میں اپنی بہنوں کی شادی کر سکتا تھا۔ اپنے بھائی کو اچھے مقام پر پہنچا سکتا تھا، اپنے ماں باپ کو تمام آسائشیں دے سکتا تھا اور اس کے بدلے مجھے صرف شہلا سے دور رہنا تھا اور یہ قیمت میں ادا نہیں کر سکتا تھا، اگر اس آفر کو رد کر دیتا تو کیا ہوتا۔ چند ماہ بعد فائنل کے امتحانات سے فارغ ہونے کے بعد میں جاب کی تلاش شروع کر دیتا۔ جاب تو مجھے مل ہی جاتی مگر وہ میری زندگی اور میرے حالات کو بدل نہیں سکتی تھی۔ وہ الہ دین کا چراغ ثابت نہیں ہو سکتی تھی اور مجھے یہ سب بھی منظور نہیں تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں اس سے مشکل رات کبھی نہیں گزاری۔

صبح ہونے تک میں ایک فیصلے پر پہنچ چکا تھا۔ میں نے شہلا سے بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا، سب کچھ اسے بتا دیا تھا۔ وہ بہت دیر تک سکتے کے عالم میں رہی تھی اور پھر یوں جیسے اسے میری باتوں پر یقین نہیں آیا تھا۔

''پھر تم کیا کرو گے؟'' بہت دیر بعد اس نے مجھ سے پوچھا تھا۔

میں نے آہستہ آہستہ اسے اپنے فیصلے سے آگاہ کیا تھا۔ وہ جیسے پتھر کا بت بن گئی۔ میرے بہت روکنے کے باوجود پھر وہاں نہیں رکی تھی۔ میں جانتا تھا میں نے اس کے دل کا خون کیا ہے مگر زندگی میں بعض دفعہ آپ کو آگے بڑھنے کے لیے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔

کئی دن میں کوشش کرنے کے باوجود بھی شہلا سے نہیں مل سکا تھا۔ وہ مجھ سے ملنے پر تیار ہی نہیں تھی مگر ایک دن بہرحال میری منت سماجت رنگ لے آئی تھی۔ میں نے اس کے سامنے اپنی مجبوریوں کا لمبا چوڑا نقشہ کھینچ دیا تھا اور وہ مان گئی۔ عورت کی سب سے بڑی خوبی اور

خامی یہی ہوتی ہے کہ وہ "مان" جاتی ہے۔

بہرحال اس کے بعد ملیحہ سے شادی میں مجھے زیادہ عرصہ نہیں لگا تھا۔ چند ہفتوں میں، میں نے اپنے ماں، باپ کو منا لیا تھا اور اس کام میں بھی اہم کردار شہلا نے ادا کیا تھا۔ فائنل کے امتحانات سے فارغ ہوتے ہی میری اور ملیحہ کی شادی طے ہوگئی تھی۔ علیم صاحب ملیحہ کے گارجین تھے اور انھوں نے میرے بارے میں خاصی تحقیق و تفتیش بھی کی تھی مگر پھر ملیحہ کے حق میں اپنا ووٹ ڈال دیا تھا۔ ہماری شادی بہت دھوم دھام سے ہوئی تھی مگر اس شادی پر ملیحہ کے علاوہ درحقیقت کوئی بھی خوش نہیں تھا۔ میں خوش نظر آنے کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ خوش نظر آنا میرے والدین اور گھر والوں کی مجبوری تھی اور علیم صاحب کی ضرورت، کیونکہ وہ آگے بھی فیکٹری کے معاملات اپنے ہاتھوں میں رکھنا چاہتے تھے مگر میں اتنا احمق نہیں تھا۔

شادی کے دوسرے ہفتے میں نے فیکٹری کا نظام سنبھال لیا اور جو پہلا کام میں نے فیکٹری سنبھالنے کے بعد کیا تھا وہ علیم صاحب کے بجائے ایک دوسرے لیگل ایڈوائزر کی خدمات لینا تھا۔ علیم صاحب نے اس پر احتجاج کرنے کی کوشش کی تھی مگر یہ ساری کوششیں ملیحہ نے بیکار بنادی تھیں۔ اس نے بنا چوں چرا کے میرے ہر فیصلے کو قبول کیا تھا۔ میرے لیے ملیحہ کی طرف داری علیم صاحب کو پسند نہیں آئی تھی اور انھوں نے ہمارے گھر آنا جانا بند کر دیا تھا۔ میں یہی سب چاہتا تھا۔

ملیحہ کے اصرار کے باوجود میں اپنے گھر والوں کو اس کے گھر نہیں لایا تھا بلکہ ان کے لیے میں نے ایک الگ بنگلہ کرائے پر لے لیا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ بھولے سے بھی کبھی ملیحہ کو میرے اور شہلا کے سابق رشتے کے بارے میں پتا چل سکے اور گھر والوں کے ساتھ ہوتے ہوئے اس قسم کی غلطیوں کا بہت امکان تھا۔

ملیحہ ہر لحاظ سے بہت عجیب لڑکی تھی۔ میں نے کبھی تصور نہیں کیا تھا کہ وہ اس قدر تابعدار قسم کی بیوی ثابت ہوسکتی ہے مگر وہ تھی۔ آپ شاید ہنس پڑیں لیکن یہ سچ ہے کہ میں اگر دن کو دن کہتا تو وہ بھی یہی کہتی اور اگر رات کو بھی دن ہی کہتا تو بھی اسے میری صداقت پر یقین رہتا۔ بعض دفعہ مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے میں اس کی ذات اس کے وجود کا مرکز ہوں اور میں ... میں یہی چاہتا تھا۔ کچھ چیزیں انسان کو بنا مانگے ملتی ہیں۔ وہ بھی میرے لیے ایسی ہی ایک چیز تھی۔

شادی کے دو ماہ کے اندر اندر ہی میری دونوں بہنوں کی نسبتیں بہت اچھے گھرانوں میں طے ہوگئی تھیں اور اس میں بھی بڑا ہاتھ ملیحہ کا ہی تھا۔ اگلے تین ماہ میں، میں اپنی بہنوں کے

فرض سے سبکدوش ہوگیا تھا۔ شادی کی تقریبات کا سارا انتظام ملیحہ کے ہاتھ میں تھا اور اس نے روپیہ پانی کی طرح بہایا تھا۔ ضرورت کی کوئی چیز ایسی نہیں تھی جو میری بہنوں کے جہیز میں نہیں تھی اور میں یہی چاہتا تھا۔

شادی کے چھ ماہ گزر جانے کے بعد فیکٹری مکمل طور پر میرے ہاتھ میں تھی، لیکن میرے نام نہیں تھی اور ابھی بھی سارے چیکس ملیحہ ہی سائن کرتی تھی، اگرچہ اس نے کچھ اکاؤنٹس میرے نام پہ بھی کھلوا دیے تھے مگر میرے لیے کافی نہیں تھے۔ میں ہر چیز پر اپنا تسلط چاہتا تھا، صرف اپنا تسلط اور میں واضح طور پر اسے یہ سب کہہ کر خود سے برگشتہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے اس کے سامنے ہمیشہ میں یہی ظاہر کرتا جیسے میں نے فیکٹری صرف اس کی وجہ سے سنبھالی ہوئی ہے ورنہ مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے اور وہ...... وہ اس احسان عظیم کے لیے میری مشکور رہتی۔

میں مختلف فرضی اخراجات کے لیے اس سے لمبے چوڑے چیک سائن کرواتا رہتا اور وہ رقم میرے اکاؤنٹ میں منتقل ہوتی رہتی لیکن اتنا روپیہ بھی مجھے تسلی نہیں دے پا رہا تھا۔ ابھی بہت کچھ تھا جو مجھے کرنا تھا اور بہت کچھ تھا جس کی مجھے ضرورت تھی اور ہاں کچھ چیزیں ایسی تھیں جو اس کی موجودگی میں نہیں ہو سکتی تھیں مگر خیر...... میں چیزوں کو بہت اچھی طرح سے پلان کیا کرتا تھا اور یہ ہمیشہ سے ہی میری خوبی رہی ہے۔

مجھے نہیں پتا علیم صاحب کو کب اور کس طرح مجھ پر شبہ ہوا اور کب انھوں نے ملیحہ سے ملاقاتیں شروع کیں اور میرے بارے میں اس کے کان بھرنا شروع کیے۔ مجھے شبہ نہیں ہوا مگر ان دنوں اچانک اس کا رویہ بہت عجیب ہوگیا تھا۔ وہ بہت کنفیوژ سی رہتی۔ بعض دفعہ میری باتوں سے اختلاف بھی کرتی۔ میں چونک گیا تھا۔ میں نے آپ کو بتایا نا کہ میں بہت اچھی پلاننگ کرتا ہوں۔ میں نے اس سے کھل کر بات کی تھی۔ اس نے وہ ساری باتیں کہہ ڈالیں جو علیم صاحب نے میرے بارے میں اسے بتائی تھیں۔ میں نے ساری باتوں کے جواب میں ترپ کا پتہ استعمال کیا اور اس سے کہا کہ اگر اسے مجھ پر شک ہے تو میں اسے طلاق دے کر ابھی چھوڑ دیتا ہوں۔ مجھے کچھ اور کہنے، کچھ اور کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی۔ وہ بچوں کی طرح بلکتی ہوئی مجھ سے لپٹ گئی تھی۔ میں نے سکون کا سانس لیا۔ اس کا اعتماد ایک بار پھر میں نے جیت لیا تھا اب مجھے اپنی پلاننگ کے مطابق منصوبے کے دوسرے حصے پر کام کرنا تھا۔

منصوبے کا دوسرا حصہ قدرے مشکل تھا اور یہ مشکل صرف ایک باضمیر انسان کے لیے ہوتی، چنانچہ مجھے یہ مشکل نہیں ہوئی۔ میں نے اسے سلو پوائزننگ کرنا شروع کر دیا تھا۔

دیکھیں میں جانتا ہوں اس وقت آپ میں سے کچھ کا سانس حلق میں اٹک گیا ہوگا۔ کچھ مجھے گالیاں دے رہے ہوں گے مگر میں کیا کر سکتا ہوں، اس وقت ملیحہ سے چھٹکارا پانے کا کوئی اور طریقہ میرے پاس نہیں تھا۔ علیحدگی اختیار کرتا تو میں عرش سے فرش پر آ گرتا اس لیے میں نے اس وقت جو ٹھیک سمجھا، وہ کیا۔

وہ بڑے ناز و نعم میں پلی تھی۔ بہت جلد اس کی ہمت جواب دے گئی۔ میں ہر بار اس کی طبیعت خراب ہونے پر یوں ظاہر کرتا جیسے میں بہت پریشان ہوں اور پھر خود ہی اسے میڈیسن وغیرہ لا دیتا۔ میں کسی طرح سے بھی یہ رسک نہیں لے سکتا تھا کہ وہ ڈاکٹر کے پاس جائے اور وہاں چیک اپ میں یہ بات سامنے آ جائے کہ اسے سلو پوائزننگ کی جا رہی ہے۔ جب افاقہ نہ ہونے پر اس نے ڈاکٹر کے پاس جانے پر زیادہ اصرار کیا تو میں ایک فرضی ڈاکٹر گھر بھی لے آیا۔ اس نے جو میڈیسنز اس کے لیے تجویز کیں میں نے ان ہی کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ میں منتظر تھا وہ ذہنی طور پر Collapse کرے اور میں فیکٹری اپنے نام لگوانے کی کوششیں شروع کروں۔ جسمانی طور پر اگرچہ وہ بہت کمزور ہو گئی تھی مگر ابھی تک ذہنی طور پر اس کی صلاحیتیں برقرار تھیں۔

ان ہی دنوں فیکٹری کے کسی کام کے لیے مجھے دو ہفتے کے لیے کراچی جانا پڑا۔ میں نے کوشش کی تھی کہ منصوبے کے اس اہم مرحلے پر مجھے اس طرح غائب نہ ہونا پڑے لیکن مجھے جانا ہی پڑا۔ دو ہفتے کے بعد جب میں واپس آیا تو وہ بستر پر پڑی ہوئی نہیں ملی۔ اس کی صحت پہلے سے بہتر ہو چکی تھی۔ وہ گھر میں چل پھر رہی تھی۔ میں بے تحاشا فکرمند ہوا تھا لیکن میں نے یہ ظاہر کیا تھا کہ اس کی صحت کی بحالی پر مجھے بہت خوشی ہوئی تھی۔ اس نے میری کسی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا بس یک ٹک مجھے گھورتی رہی تھی۔ مجھے اس کی خاموشی سے کچھ خوف آیا۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا اس نے میرے ہاتھ سے بریف کیس اور کوٹ پکڑ لیا اور اندر بیڈ روم میں چلی گئی تھی۔

''تم چینج کر لو۔ میں کھانا لگواتی ہوں۔''

وہ کمرے سے یہ کہہ کر نکل گئی۔ بظاہر یہ بہت سادہ سا جملہ تھا مگر اس وقت اس کے منہ سے یہ سادہ نہیں لگا تھا۔ اس وقت کوئی بہت عجیب سی بات تھی اس کے لہجے میں۔ میں سر جھٹکتے ہوئے باتھ روم میں چلا گیا تھا۔ وہاں ہمیشہ کی طرح میرے کپڑے ہینگر میں لٹکے ہوئے ملے تھے۔ میں نے اپنے ذہن سے خدشات کو نکالنے کی کوشش کی۔

اس شام پہلی بار ہم دونوں نے مکمل خاموشی کے عالم میں کھانا کھایا۔ میں وقتاً فوقتاً

اس خاموشی کو توڑنے کی کوشش کرتا رہا مگر وہ یک لفظی جواب دے کر اس خاموشی کو قائم رکھتی رہی۔ کھانا کھانے کے بعد ہم دونوں بیڈ روم میں آ گئے تھے۔ میں اس وقت بیڈ پر لیٹ رہا تھا جب اس نے مجھ سے کہا تھا۔

"مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔"

میں اس کی بات پر چونک گیا تھا۔ وہ بیڈ کے سامنے پڑے صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ کمرے میں کچھ دیر خاموشی رہی تھی۔ بعض دفعہ خاموشی میں طوفان ہوتے ہیں۔ اس کا اندازہ مجھے اس کی گفتگو شروع کرنے سے ہوا تھا۔

"میں دو سال کی تھی جب میری امی کی ڈیتھ ہو گئی۔ میں ماں نام کی کسی چیز، کسی رشتے سے شناسا نہیں رہی۔ میں نے اپنا سارا بچپن تنہائی میں گزارا ہے۔ تنہائی انسان میں بہت سی خواہشات پیدا کرتی ہے۔ میں بھی بہت سی چیزوں کی تمنا کرنے لگی۔ تنہائی آپ کو خواب بننا سکھا دیتی ہے۔ میں نے بھی بہت سے خواب بُن لیے۔ مجھے یقین تھا ساری عمر میں صرف خواب نہیں بنوں گی۔ ایک وقت آئے گا جب میری زندگی میں کوئی ایسا شخص ہوگا جو مجھے بہت چاہے گا۔ میری اتنی پروا کرے گا کہ مجھے کبھی دوبارہ تنہا بیٹھ کر خواب بننے نہیں پڑیں گے۔ میں انیس سال کی تھی جب پاپا کی ڈیتھ ہوئی۔ میرا یقین اور گہرا ہو گیا۔ جب اندھیرا بہت گہرا ہو جائے تو پھر اس نے چھٹنا ہی ہوتا ہے۔"

وہ اپنی ہتھیلیوں پر نظریں جمائے اس طرح بول رہی تھی جیسے وہ کوما میں ہو۔ میں اس کا چہرہ دیکھتا رہا جو اس وقت جھکا ہوا تھا۔ فوری طور پر میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ مجھے کیا بتانے کی کوشش کر رہی ہے۔ میں بس خاموشی سے اس کی بات سنتا رہا۔

"پھر کچھ سالوں کے بعد میں نے تمھیں دیکھا۔ میں تم سے ملی اور مجھے یوں لگا جیسے تم ہی وہ شخص ہو جسے خدا نے میرے مقدر میں لکھا ہے۔ پتا نہیں ہیر نے رانجھے سے کتنی محبت کی ہوگی۔ مجھے یہ بھی پتا نہیں کہ سوہنی نے مہینوال کو کتنا چاہا ہوگا۔ ہاں مگر میں یہ ضرور جانتی ہوں کہ وہ سب میری محبت سے بڑھ کر نہیں ہوگا۔ بس فرق یہ ہے کہ یہ محبت یکطرفہ تھی۔ میں تمھیں چاہتی تھی، تم کسی اور کو۔"

مجھے یوں لگا تھا کسی نے میرے پیروں کے نیچے سے زمین کھینچ لی تھی۔ میں نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی، وہ سنے بغیر بولتی رہی۔

"میرے پاپا ہمیشہ کہا کرتے تھے۔ انسان کو جیتنا ہے تو قربانی سے جیتو، ایثار سے جیتو۔ میں نے بھی تمھیں ان ہی چیزوں سے جیتنے کی کوشش کی تھی۔ میری عمر پچیس سال ہے۔

پچیس سال میں پچیس کروڑ دفعہ میرا دل چاہا ہے۔ کوئی ملیحہ کو چاہے، صرف ملیحہ کو۔ اس کی دولت، اس کے نام و نسب کو ایک طرف رکھ کر کوئی صرف ملیحہ کی بات کرے۔ مجھے لگتا تھا تم وہی ہو جو یہ کرسکتا ہے جو یہ کرے گا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ بعض لوگوں کی قسمت بہت خراب ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ خراب ہی رہتی ہے۔ ان کے ہاتھ کبھی کوئی پارس نہیں لگتا۔ ملیحہ علی بھی ان ہی میں سے ایک ہے۔ میں نے کبھی یہ خواہش نہیں کی کہ میں دوسروں کے خواب اجاڑوں۔ فاروق! کیا تمھیں کبھی اندازہ نہیں ہوا کہ میں خود غرض نہیں ہوں۔ میرا دل اور ظرف دونوں ہی بڑے ہیں؟''

اس نے پہلی بار سر اٹھا کر میری طرف دیکھا تھا۔ مجھے اس کے گالوں پر آنسوؤں کی قطاریں نظر آئی تھیں مگر اس وقت میرے پاس ان آنسوؤں پر غور کرنے کی فرصت نہیں تھی۔ میں تو اس کے سوال پر گھبرا گیا تھا۔

''تم سے شادی سے پہلے اگر ایک بار بھی مجھے یہ پتہ چل جاتا کہ تمہاری نسبت طے ہے اور تم کسی اور سے محبت کرتے ہو تو میں کبھی تمھارے اور شہلا کے راستے میں آنے کی کوشش نہ کرتی۔''

میں ساکت رہ گیا تھا۔ دو ہفتے میں پیچھے کیا ہوا تھا میں جاننے سے قاصر تھا مگر سونے کی چڑیا میرے ہاتھ سے اڑ گئی تھی۔ میں دم بخود اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔

''تمھیں مجھے بتا دینا چاہیے تھا۔ تمھیں مجھ سے کہنا تو چاہیے تھا۔ تم نے ہر چیز کی بنیاد جھوٹ پر رکھی، مگر اس میں تمہارا قصور نہیں تھا۔ میری غلطی تھی مگر فاروق! بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جنھیں اسی طرح کی شادی کرنی پڑتی ہے۔ ان کی بیوی ان کی پسند کی نہیں ہوتی مگر پھر بھی وہ گزارا کرتے ہیں۔ محبت نہ سہی محبت کرنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں۔ عشق نہ سہی ترس تو کھاتے ہیں۔ میں نے پچھلے دو ہفتے میں اپنی شادی کے آٹھ ماہ کے ایک ایک لمحے کے بارے میں سوچا ہے۔ میں یہ جاننے کی کوشش کرتی رہی ہوں کہ کب مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ کوئی ایسی غلطی کہ میں تمھارے دل سے اتر گئی۔ کوئی ایسی غلطی کہ تم مجھ سے چھٹکارا پانے کا سوچنے لگے۔''

میرے پیروں تلے سے پہلی بار زمین نکل گئی تھی۔ میں نے اب کچھ کہنا ضروری سمجھا تھا۔

''ملیحہ تم کیا.....'' اس نے ہاتھ اٹھا کر میری بات کاٹ دی تھی۔

''میں نے پچھلے آٹھ ماہ میں تمھیں سننے کے سوا اور کچھ نہیں کیا لیکن آج نہیں سنوں گی۔ آج صرف کہوں گی۔ آج تم سنو۔ تم نے میرے ساتھ کیا کیا۔ فاروق تم نے کبھی سوچا ہے، میں نے تم پر کتنے احسان کیے ہیں اگر تم گننے بیٹھو تو تمھیں گھنٹے لگ جائیں گے۔ میں نے تم سے

عشق کیا ہے، تمھیں پتا ہے عشق کیا ہوتا ہے؟ اگر ساری دنیا تمھیں چھوڑ دیتی تو صرف میں تھی جو تمھارے ساتھ ہوتی مگر تمھیں تو میرے ساتھ کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ میں نے ان آٹھ ماہ میں ایک بار بھی تمھیں کوئی تکلیف نہیں پہنچائی پھر بھی تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔"

"اے خدا کیا سارے انکشافات آج ہی ہونے تھے؟" میں اپنی جگہ پر لرز گیا تھا۔

"عورت سے محبت کیوں کی جاتی ہے؟"

اب وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"اس کی خوبصورتی کی وجہ سے، یا اس کی دولت کی وجہ سے، یا اس کے نسب کی وجہ سے، یا اس کی اطاعت کی وجہ سے۔ مجھ میں تو یہ سب کچھ ہی تھا پھر تمھیں مجھ سے محبت کیوں نہیں ہوئی؟" اتنی محبت نہ سہی جتنی مجھے تم سے تھی، تھوڑی سی ہی سہی۔ ایک فیکٹری کے لیے تم مجھے قتل کر دینا چاہتے ہو تاکہ اس کے مالک کہلاؤ۔ مالک تو تم تھے۔ اس ایک گھر کے لیے تم مجھے مارنا چاہتے تھے تاکہ تم یہاں شہلا کو بسا سکو۔"

"ملیحہ! تمھیں کوئی بہت بڑی غلط فہمی ہو گئی ہے۔ تمھیں شاید خود بھی پتا نہیں ہے کہ تم کیا کہہ رہی ہو۔"

"نہیں کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔ اب تو کوئی غلط فہمی نہیں ہے۔ پتا ہے فاروق! اس وقت میں تمھیں اس طرح دیکھ رہی ہوں جیسے لوگ شیشے کے آر پار دیکھتے ہیں۔ تمہارا اندر، تمہارا باہر سب میرے سامنے ہے۔ کچھ بھی چھپا نہیں ہے۔ کم از کم اس وقت تو کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔ یہ چیزیں چاہیے تھیں تو آتے میرے سامنے کہتے مجھے۔ ملیحہ، مجھے یہ گھر چاہیے۔ یہ فیکٹری چاہیے۔ میں انکار کرتی تو آخری حربہ آزماتے۔ میں انکار کرتی تب ان چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ کم از کم جن سے محبت کرتے ہیں ان کے سامنے یہ سب [illegible] پتھر بھی نہیں لگتے۔ ایک فیکٹری کیا میں دنیا دے سکتی تھی تمھارے بدلے۔ تم ایک بار کہتے تو، [illegible] کر دیکھتے۔ کیا چاہیے تھا؟ تمھیں جان چاہیے تھی میری۔ آتے میرے پاس کہتے ملیحہ اس [illegible] سے کود جاؤ، یہ خنجر اپنے سینے میں مار لو، اس پھندے سے لٹک جاؤ۔ میں انکار نہیں کرتی، میں انکار کر ہی نہیں سکتی تھی۔"

وہ یک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ میں نے اس کے پاس [illegible] کندھوں پر ہاتھ رکھنے چاہیے۔ اس نے مجھے دھکیل دیا۔

"مجھ سے دور رہو۔ میرے پاس مت آؤ۔ مجھے گھن آتی ہے تم سے۔ میں نے تمھیں [illegible] سمجھا اور تم کیا تھے۔ [illegible] ایک کو [illegible] کیوں چاہیے [illegible] صرف [illegible] صرف دولت۔ [illegible] اہمیت

نہیں، انسان کی کوئی حیثیت نہیں۔ صرف فیکٹری، صرف گھر، صرف بنک بیلنس، صرف دولت۔''

وہ اب گھٹنوں کے بل قالین پر بیٹھ گئی تھی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپایا ہوا تھا۔ مجھے اس وقت وہ ابنارمل لگ رہی تھی شاید مجھے ہی نہیں اس وقت وہ آپ سب کو بھی ابنارمل ہی لگتی۔

''تمہیں چیزیں چاہیے ناں چیزیں۔ میں دوں گی تمہیں۔ تمہارے مانگے بغیر، تمہارے کہے بغیر، جیسے لوگ بھکاری کو دیتے ہیں۔ یہ دیکھو پیپرز۔ میں نے سب کچھ تمہارے نام کردیا ہے۔ یہ فیکٹری، یہ گھر، اپنی ساری جائیداد، سارے اکاؤنٹس، سب کچھ۔''

وہ یک دم کہتے ہوئے الماری کی طرف گئی تھی اور اس نے کاغذات کا ایک ڈھیر میری طرف اچھال دیا تھا۔ میں دم بخود تھا۔ کیا خدا اتنا مہربان ہوسکتا تھا۔ اس وقت میرے دل میں پہلا خیال یہی آیا تھا۔

''اور اس سب کے بدلے مجھے تم سے بس ایک چیز چاہیے، صرف ایک چیز...... چھٹکارا، طلاق ابھی اور اسی وقت اس کاغذ پر۔''

سارے کاغذات اچھالنے کے بعد وہ ایک آخری کاغذ ہاتھ میں لے کر میرے پاس آئی تھی اور سائیڈ ٹیبل پر رکھا ہوا قلم میرے ہاتھ میں تھما دیا تھا۔ میں چند لمحے اس کے چہرے کو دیکھتا رہا تھا پھر میں نے اس کے ہاتھ سے قلم اور کاغذ پکڑ لیا تھا۔ سائیڈ ٹیبل پر کاغذ رکھ کر میں نے طلاق نامہ لکھ دیا تھا۔

میں جانتا ہوں آپ مجھ پر لعنت بھیج رہے ہوں گے لیکن میں نے کیا غلط کیا اگر خدا پلیٹ میں رکھ کر مجھے کچھ دے رہا تھا تو میں انکار کیوں کرتا۔ آپ میں سے کتنے ہیں جو ایسی صورت حال میں انکار کرتے ہوں گے۔ میں نے کاغذ کو سائیڈ ٹیبل پر ہی رہنے دیا تھا۔ سیدھا کھڑے ہوتے ہوئے میں نے پلٹ کر اس کے چہرے کو دیکھا تھا۔ آپ یقین کریں زندگی میں پہلی دفعہ میں نے کسی کی آنکھوں کو دھواں بنتے دیکھا تھا۔ چند سیکنڈز وہ پلکیں جھپکائے بغیر میرے چہرے کو دیکھتی رہی تھی پھر آگے بڑھ کر اس نے وہ کاغذ اٹھا لیا تھا۔

اس نے وہ کاغذ اپنی مٹھی میں بھینچ لیا پھر قالین پر الٹے قدموں چلتی ہوئی وہ دروازے تک گئی تھی اور جوتا پہنے بغیر نکل گئی تھی۔ میرا خیال تھا وہ جانے سے پہلے کچھ کہے گی۔ اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔ مجھے اس وقت وہ ابنارمل لگی تھی۔ پتہ نہیں کیوں لیکن چند لمحوں کے لیے میں اس کے پیچھے آیا تھا۔

وہ ننگے پاؤں تیزی سے سیڑھیاں اترتی جارہی تھی۔ میں نے اسے آواز دینے کی

کوشش نہیں کی بس دیکھتا رہا۔ وہ لاؤنج کا دروازہ کھول کر میری نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ میں تیزی سے اپنے کمرے میں آ گیا۔ کھڑکی کے پردے ہٹا کر میں نے باہر جھانکا تھا۔ گیٹ پر جلنے والی لائٹس میں وہ اسی طرح تیز قدموں سے گیٹ کی طرف جا رہی تھی پھر میں نے چوکیدار کو گیٹ کھولتے اور اسے گیٹ سے نکلتے دیکھا تھا اور پھر...... پھر وہ میری نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی۔ اس کے بعد میں نے اسے دوبارہ کبھی نہیں دیکھا۔

آپ نہیں جانتے۔ اس کے جانے کے بعد میرا پہلا احساس کیا تھا۔ خوشی کا، بے تحاشا خوشی کا۔ میرا دل چاہ رہا تھا میں رقص کروں، قہقہے لگاؤں، چیخوں چلاؤں۔ میں قتل جیسے بڑے گناہ سے بچ گیا تھا اور میں نے وہ سب کچھ بھی حاصل کر لیا تھا جس کی خاطر میں نے ملیحہ کو مارنے کی کوشش کی تھی۔

پہلا فون جو میں نے کیا تھا۔ وہ شہلا کو تھا آپ کو چونکنے کی ضرورت نہیں ہے یاد کریں میں نے آپ کو بتایا تھا نا کہ میں نے شہلا کو ملیحہ سے شادی پر منا لیا تھا وہ دراصل میرا سارا منصوبہ سن کر ہی رضامند ہوئی تھی۔ تب تک میں نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ میں اسے قتل کرنے کا بھی ارادہ رکھتا ہوں۔ شاید تب تک مجھے امید تھی کہ میں اس کام کے بغیر ہی اس کی فیکٹری پر قابض ہو جاؤں گا، خیر تو میں آپ کو بتا رہا تھا کہ شہلا میری بات مان گئی تھی۔ ملیحہ سے شادی کے بعد میں نے اس کے لیے بھی بہت کچھ کیا تھا۔ کسی رشتہ کے بغیر ہی میں نے اس کا اور اس کے گھر کا پورا خرچ اٹھایا ہوا تھا۔

وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اب میں ملیحہ کے ساتھ کیا کر رہا تھا لیکن وہ جلد از جلد اس گھر میں آنا چاہتی تھی۔ اس لیے اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا میں نے فون پر جب اسے سارا واقعہ سنایا تو وہ جیسے چیخ اٹھی تھی۔ اسے یقین نہیں آیا تھا کہ خدا ہم پر اتنا مہربان ہو سکتا ہے۔ بہر حال خدا مہربان ہو گیا تھا۔

اگلے کچھ دن بعد ایک وکیل میرے پاس آ کر کچھ اور کاغذات بھی میرے حوالے کر گیا۔ میں نے باقاعدہ طور پر سارے کاغذات کو اپنے وکیل سے چیک کروایا تھا۔ سب کچھ واقعی ہی مکمل تھا۔ کچھ پرابلمز تھے تو ملیحہ کے وکیل نے وہ بھی حل کر دیے، چند ماہ بعد میں قانونی طور پر ملیحہ کی تمام جائیداد کا مالک بن چکا تھا۔

اور جب یہ کام مکمل ہو گیا تو میں نے سب سے پہلا کام شہلا سے شادی کا کیا تھا یہ وہی تو تھی جس کی محبت نے مجھے اس دور کا ''کوہ کن'' بننے پر مجبور کیا تھا، بڑی دھوم دھام سے میں اسے بیاہ کر اس گھر میں لے آیا تھا۔

ملیحہ کے کمرے کو لاک کر دیا گیا تھا ہم ایک دوسرے کمرے میں شفٹ ہوئے تھے لیکن اس سے پہلے اس کی درازوں سے ساری جیولری اور روپیہ نکال کر میں نے شہلا کے حوالے کر دیا تھا ملیحہ کے پاس لاکھوں کا زیور تھا مگر اسے جیولری پہننے کا زیادہ شوق نہیں تھا۔ شہلا کو شوق تھا اور وہ سب زیور اس پر سجتا بھی تھا۔

زندگی تب بھی بہت ٹھیک گزر رہی تھی۔ میں اور شہلا بہت خوش تھے۔ ہم دونوں کے خواب جو پورے ہو گئے تھے میں فیکٹری پر بہت محنت کر رہا تھا، ظاہر ہے صرف ایک فیکٹری میرا خواب نہیں تھی میں 1+1 گیارہ کے فارمولے پر عمل کر رہا تھا۔ اور اس رات کے تین بجے اچانک میری آنکھ کھل گئی تھی، عجیب بات تھی کہ آنکھ کھلنے کی وجہ ملیحہ تھی۔ میں نے اسے خواب میں دیکھا تھا، روتے ہوئے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھے ہوئے۔ بس فرق یہ تھا اس بار میں نے اسے اپنے کمرے کے قالین پر نہیں ایک لمبے چوڑے اجاڑ میدان میں دیکھا تھا اور اس بار اس نے ایک بار بھی سر نہیں اٹھایا تھا۔ میں اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا، مگر جانتا تھا کہ وہ ملیحہ ہی تھی۔ آپ کو یقین نہیں آئے گا مگر یہ سچ ہے میں باقی رات سو نہیں سکا۔ پہلی بار مجھے خیال آیا تھا وہ کہاں گئی تھی۔ دولت کے بغیر خالی ہاتھ اسے کس نے قبول کیا ہو گا۔ مجھے آپ کو بتانا چاہیے کہ اس دن اس کے گھر سے چلے جانے کے بعد میں کئی دن تک منتظر رہا تھا کہ وہ آئے گی اور اپنا سامان لے جائے گی۔ کوئی بھی اس طرح تو کبھی گھر چھوڑ کر نہیں جاتا مگر وہ نہیں آئی تھی۔ نہ ہی اس نے کسی کے ذریعے کچھ منگوانے کی کوشش کی تھی۔ اس کے چلے جانے کے بعد میں نے بہت کوشش کی تھی کہ یہ جان سکوں کہ اسے شہلا اور اپنے قتل کے منصوبے کا کیسے پتا چلا۔ یہ تو مجھے ملازموں سے پتا چل گیا تھا کہ وہ میرے کراچی جانے کے بعد باقاعدگی سے ڈاکٹر کے پاس جاتی رہی تھی اور یقیناً ڈاکٹر نے اگر اس کے ٹیسٹ کروائے ہوں گے تو یہ بات چھپی نہیں رہ سکی ہو گی کہ اسے زہر دیا جا رہا ہے مگر میں یہ نہیں جان سکا کہ اسے شہلا کے بارے میں کیسے پتا چلا تھا۔ خیر میں آپ کو یہ بتا رہا تھا کہ میں اس پوری رات جاگتا رہا۔

میں نہیں جانتا کیوں، لیکن صبح آفس جاتے ہی میں نے سب سے پہلے ملیحہ کے وکیل کو فون کیا تھا۔

''مجھے نہیں پتا وہ کہاں ہیں۔ انھوں نے مجھے اپنا فون نمبر دیا تھا میں اسی فون نمبر پر رنگ کر کے ان سے بات کیا کرتا تھا۔''

اس نے مجھے ایک فون نمبر لکھوا دیا تھا۔ میں نے اس فون نمبر پر رنگ کیا تھا۔

''ہاں وہ چند ہفتے یہاں رہی تھی مگر جب جائیداد آپ کے نام ٹرانسفر ہو گئی تو ایک

دن وہ کچھ بتائے بغیر یہاں سے چلی گئی اس کے بعد دوبارہ اس کے ساتھ ہمارا رابطہ نہیں ہوا۔''
وہ فون نمبر ملیحہ کی ایک دوست کا تھا اور فون کرنے پر اس کی والدہ نے مجھے یہ جواب دیا تھا۔ میں نہیں جانتا پھر مجھے کیا ہوا تھا مگر اس کے بعد میں ہر بار نمبر گھماتا رہا تھا جو اس کے کسی رشتہ دار کا ہو سکتا تھا اور میری ڈائری میں تھا، اس کے بارے میں کسی کو بھی کچھ پتا نہیں تھا۔ مجھ سے شادی سے پہلے بھی وہ رشتہ داروں کے کچھ زیادہ قریب نہ تھی۔ اور شادی کے بعد تو بالکل ہی کٹ کر رہ گئی تھی اور اب جب وہ خالی ہاتھ تھی تو ان لوگوں کے پاس کیسے جا سکتی تھی۔ یا اگر چلی بھی جاتی تو وہ اسے کیسے رکھ سکتے تھے۔ مگر پتا نہیں مجھے کیوں آس تھی۔

اگلے کئی ہفتوں میں اس کے بارے میں کچھ جاننے کے لیے پورا شہر پھرتا رہا تھا۔ مجھے کچھ بھی پتا نہیں چلا، وہ اپنی دوست کے علاوہ کسی اور کے پاس گئی ہی نہیں تھی۔ پھر میں نے اس کی تلاش ختم کر دی۔ مگر اس رات سے لے کر تیس سال تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں رات کو سلیپنگ پلز لیے بغیر سویا ہوں۔

مجھے اس سے محبت نہیں تھی۔ کبھی بھی نہیں تھی، جب وہ میرے پاس تھی تو مجھے صرف شہلا کا خیال آیا کرتا تھا اور جب وہ چلی گئی تو میں اس کے الوژن میں گرفتار ہو گیا تھا مجھے پتا نہیں چلتا اور وہ میرے اور شہلا کے درمیان آ جاتی۔ مجھے پتا بھی نہیں چلا اور میں شہلا کے چہرے پر اس کے چہرے کو تلاش کرنے لگا۔

ملیحہ بہت عجیب تھی بعض دفعہ وہ مجھے رات کے دو بجے اٹھا دیتی۔

''میرا دل چاہتا تھا میں تم سے بات کروں، فاروق! پہلے جب میں رات کو کبھی اس طرح اچانک بیدار ہوتی تھی تو ایسا کوئی نہیں ہوتا تھا جس سے میں بات کر سکتی۔ مگر اب تم ہو تو پھر میں تم سے بات کیوں نہ کروں۔''

وہ آنکھیں بند کیے میرے کندھے پر سر رکھے بولتی جاتی اور میں دل ہی دل میں اس طرح نیند خراب ہونے پر پیچ و تاب کھاتا، ہر بار جب شہلا میرے کندھے پر سر رکھتی تو مجھے ملیحہ یاد آ جاتی اور پھر، پھر شہلا کہیں غائب ہو جاتی تھی۔ جب ملیحہ کو مجھ پر بہت پیار آتا تو وہ میرا دایاں ہاتھ پکڑ لیتی۔ پھر وہ سارا وقت وہی ہاتھ پکڑ کر بات کرتی رہتی، کبھی وہ ہاتھ اپنے گال سے لگا لیتی، کبھی بالوں پر رکھ لیتی، کبھی اسے دونوں ہاتھوں میں لے کر بڑی محبت سے سہلاتی رہتی، یوں جیسے وہ ہاتھ اس وقت مجسم میں تھا۔ ہر بار جب شہلا اس ہاتھ کو پکڑتی تو میرا دل چاہتا میں اپنا ہاتھ اس سے چھڑا لوں۔ مجھے لگتا جیسے اس کا لمس ملیحہ کے لمس کو معدوم کر دے گا۔

پھر مجھے پتا ہی نہیں چلا کب میں نے راتوں کو اٹھ اٹھ کر ملیحہ کے بیڈروم میں جانا

شروع کر دیا۔ وہ کمرہ پہلے ہی کی طرح تھا بس ہر چیز پر گرد کی ایک بھاری تہہ چڑھتی جا رہی تھی۔ میں جب بھی رات کے پچھلے پہر وہاں جاتا، چیزوں کو ہی صاف کرتا رہتا اس وقت میں جیسے اپنے آپ میں نہیں ہوتا تھا۔ عجیب بات ہے نا مگر یہ سب سچ ہے مگر مجھے وہاں نہیں جانا چاہیے تھا۔ کبھی بھی نہیں اگر وہاں نہ جاتا تو اس رات مجھ پر وہ ہولناک انکشاف بھی نہ ہوتا۔ بعض لوگوں کو تقدیر مارتی ہے بعض کو وہ خود میرا خیال ہے میں ان لوگوں میں سے ہوں جنھوں نے خود اپنے آپ کو مارا ہے۔ پتا نہیں بات کہاں سے کہاں نکل جاتی ہے۔ میں آپ کو اس انکشاف کے بارے میں بتا رہا تھا ہولناک انکشاف کے بارے میں۔

اس رات بھی میں اس کے کمرے میں ڈریسنگ ٹیبل کے دراز کھول کر چیزوں کو ترتیب دینے میں مصروف تھا جب میرے ہاتھ کچھ کاغذ لگے تھے۔ مجھے انھیں دیکھنا نہیں چاہیے تھا مگر...... میں نے دیکھے وہ کچھ رپورٹس تھیں جن سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کے خون میں اس خاص قسم کے زہر کے اثرات تھے جو میں اسے دیے جا رہا تھا ان رپورٹس میں کچھ اور بھی تھا وہ پریگننٹ تھی۔ میں جانتا ہوں، آپ ساکت ہو گئے ہوں گے میں بھی اس رات اسی طرح سکتے میں آیا تھا، اور آج تیس سال بعد تک یہ سکتہ اسی طرح قائم ہے وہ رپورٹس انھیں دو ہفتوں میں بنوائی گئی تھیں جب میں کراچی میں تھا۔ کوئی بے وقوف سے بے وقوف عورت بھی کبھی وہ نہ کرتی جو اس نے کیا تھا۔ مجھ سے طلاق لی یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ پریگننٹ تھی۔ ہر چیز میرے منہ پر ماری اور پھر کسی نام و نشان کے بغیر دنیا میں غائب ہو گئی، یقیناً آپ بھی ایسی کسی احمق عورت کو نہیں جانتے ہوں گے۔ میں نے وہ رپورٹس وہیں رکھ دی تھیں۔

آپ اندازہ کر ہی سکتے ہیں پھر میں نے کیا کیا ہوگا۔ میں نے اس ڈاکٹر سے رابطہ کیا تھا جس نے وہ رپورٹس دی تھیں۔

''نہیں، یہ بس ایک بار ہی آئی تھیں پھر دوبارہ نہیں آئیں۔''

مجھے وہی جواب ملا تھا جس کا مجھے اندازہ تھا پھر میں اسے ڈھونڈنے کے لیے جو کر سکتا تھا میں نے کیا تھا، آپ یقین کریں میں نے واقعی ہی اس کی تلاش کے لیے سب کچھ کیا تھا سب کچھ...... دعا بھی مگر وہ نہیں ملی، میں نے دعا کی تھی وہ مل جائے خدا میرے جیسے لوگوں کی دعا کبھی قبول نہیں کرتا، اس لیے وہ نہیں ملی، میں یہ جان گیا تھا مگر تب جب میں اس کے مل جانے کی دعا کر چکا تھا ورنہ شاید میں اس کے نہ ملنے کی دعا کرتا۔

میں اس کے کمرے میں تب تک جاتا رہا تھا جب تک شہلا کو علم نہیں ہو گیا وہ ایک رات میرے پیچھے آ گئی تھیں۔ اور اس کے بعد میں دوبارہ اس کے کمرے میں نہیں گیا۔ کم از کم

تب تک جب تک میں شہلا کے ساتھ اسی گھر میں رہا۔
تیس سال میں میں نے بہت ترقی کی ہے ملیحہ کی فیکٹری کے علاوہ سات اور فیکٹریاں لگائی ہیں جن کے سامنے ملیحہ کی فیکٹری بہت چھوٹی اور معمولی لگتی ہے۔ اس شہر کے علاوہ چند اور شہروں میں بھی بہت شاندار بنگلے تعمیر کروا لیے ہیں۔ جن کے سامنے اب ملیحہ کا بنگلہ ایک ذرہ لگتا ہے۔ ملیحہ کی فیکٹری اب منافع کم دیتی ہے مگر اس پر اخراجات زیادہ اٹھتے ہیں۔ میرے بیٹے چاہتے ہیں اس فیکٹری کو بند کر دیا جائے۔ میرے زندہ رہنے تک تو یہ نہیں ہو سکے گا۔ ملیحہ کا بنگلہ بھی بہت پرانا ہو چکا ہے مگر میں نے وہاں کی ہر چیز محفوظ رکھی ہوئی ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح وہ ملیحہ کے زمانے میں تھا۔ نئے گھر میں شفٹ ہونے سے پہلے شہلا نے اصرار کیا تھا کہ میں وہ گھر بیچ دوں، تیس سال کی ازدواجی زندگی میں ہمارے درمیان واحد جھگڑا اسی بات پر ہوا تھا۔ اس کے بعد کبھی کسی بات پر جھگڑا نہیں ہوا۔ شہلا نے دوبارہ کبھی وہ گھر بیچنے کے لیے نہیں کہا شاید میں نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ میں ہر روز کچھ وقت کے لیے وہاں ضرور جاتا ہوں۔ گھر کے اندر نہیں جاتا صرف باہر لان میں بیٹھ کر آ جاتا ہوں۔ اندر جانے سے بھلا کیا ہو سکتا ہے۔ تیس سال سے میں صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ میں نے اس کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ اگر میری قسمت میں دولت تھی تو وہ تو مجھے ملنا ہی تھی چاہے میں ملیحہ کو اس کا ذریعہ بناتا یا نہ بناتا۔ تیس سال سے میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اس نے میرے ساتھ یہ کیوں کیا۔ اسے مجھ سے سب کچھ چھین کر مجھے دھکے دے کر گھر سے باہر نکلوا دینا چاہیے تھا، اس نے اس کے برعکس کیوں کیا۔ خود گھر چھوڑ کر کیوں چلی گئی، اور...... اور...... کہاں چلی گئی۔ تیس سال سے میں یہ سوچ رہا ہوں، کیا وہ زندہ ہے؟ اسی شہر میں ہے؟ اور اگر ملیحہ زندہ ہے تو پھر "وہ" بھی زندہ ہوگا یا زندہ ہو "گی"۔ تیس سال سے میں یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ کیا ملیحہ نے "اسے" میرے بارے میں بتایا ہوگا، سب کچھ......؟ تیس سال سے میں یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ کیا وہ دونوں مجھے یاد کرتے ہوں گے؟...... محبت سے......؟ اور تیس سال سے میں یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ انھوں نے تیس سال کیسے گزارے ہوں گے؟
آپ یقین کریں میں واقعی سوچتا ہوں کہ میں نے ملیحہ کے ساتھ یہ سب کیوں کیا؟ اور تیس سال سے اس کا خیال میرے ذہن سے جاتا ہی نہیں...... نہیں اب آپ غلط سوچ رہے ہیں مجھے اس سے محبت نہیں ہے، یقین کریں مجھے بالکل بھی اس سے محبت نہیں ہے میں نے آپ کو بتایا تھا نا کہ میں شہلا سے محبت کرتا تھا اور کرتا ہوں، تو جب میں شہلا سے محبت کرتا ہوں تو پھر مجھے ملیحہ سے محبت کیسے ہو سکتی تھی۔
مجھے دراصل...... ملیحہ سے "عشق" ہوا تھا۔

✡ ...... ✪ ...... ✡